مرثیہ درحال حضرت حرؑ

(بند:۱،۲۰)

استاذالاساتذہ نواب مولانا سید اصغر حسین فاخرؔ اجتہادی

(۱)

تاجِ زر پیرِ فلک نے جب اتارا سر سے
فوجِ انجم ہوئی برگشتہ شہِ خاور سے
ہوگئی محو شفق بھی فلکِ اخضر سے
چادرِ سرخ ہٹی روئے مہِ انور سے
چاندنی چھٹکی زمیں نور سے معمور ہوئی
چشمِ مہتاب و کواکب کی رمد دور ہوئی

(۲)

حسرتِ شرق کا مشرق سے وہ زائل ہونا
بہر ضو مہر سے وہ ماہ کا سائل ہونا
تیرگی کا طرفِ خاک وہ مائل ہونا
ظلمتِ شب سے پرندوں کا وہ قائل ہونا
سرمۂ لیل کو نغموں کا عدو جان گئے
بند آوازیں ہوئیں جب تو اثر مان گئے

(۳)

رات بھر بند ہر اک طیر کی آواز رہی
صبح تک حد سے سوا حسرتِ پرواز رہی
اپنے کردار سے بلبل نہ مگر باز رہی
شاہدانِ گلِ گلزار کی ہمراز رہی
ناز کرنے لگی معشوق پری رو کی طرح
خرمنِ گل میں نہاں ہو کے رہی بو کی طرح

(۴)

اثرِ ظلمتِ شب کا ہے سوا باغ میں غُل
بال بکھرائے ہوئے خود ہے چمن میں سنبل
کوئی کھٹکا نہیں گلچیں کا تو بے خوف ہیں گل
مطمئن رات کو دن سے ہے زیادہ بلبل
کر دیا ترک اسی دھیان میں مسکن اپنا
دلِ غنچہ کو سمجھتے ہیں نشیمن اپنا

(۵)

عبرت انگیز ہے دن رات جہاں کا احوال
اِسے ہوتی ہے خوشی اور اُسے ہوتا ہے ملال
اک کو ہوتا ہے کمال ایک کو ہوتا ہے زوال
پیشِ کامل نہیں ہوتا کبھی ناقص کو کمال
پیرِ گردوں کے جلے دل کے شرارے نکلے
مہر ڈوبا تو چمکتے ہوئے تارے نکلے

(۶)

جلوہ افگن وہ سرِ شام ہیں تارے کیا کیا
چشمِ مہتاب کے ہوتے ہیں اشارے کیا کیا
طیر پرواز میں کرتے ہیں نظارے کیا کیا
لیلیِ شب نے سیہ بال سنوارے کیا کیا
تیرگی شب کی ہے گیسوئے پریشاں کی طرح
دلبر باحسن ہے تاروں کا بھی افشاں کی طرح

(۷)

دلِ عاشق کی طرح ہے دلِ مہتاب میں داغ
آسماں پر گلِ انجم کا شگفتہ ہے باغ
ماہ کو مہر کا ملتا نہیں گردوں پہ سراغ
چرخ پر نجم زمیں پر ہیں ضیاء بار چراغ
لعل بن کر یہ چمکتے ہیں وہ گوہر ہوکر
ذرے بھی آنکھ ملاتے نہیں اختر ہو کر

(۸)

کاملوں کو بھی نہیں کبرو تکبر زیبا
نام روشن ہوا پر بدر کا دھبا نہ گیا
منتفع خود کبھی ہوتے نہیں اربابِ ضیا
اپنے ہی فیض سے محروم یہ رہتے ہیں سدا
اہلِ ادراک سمجھتے ہیں جو باریکی ہے
کاکلِ دودِ سر شمع میں تاریکی ہے

(۹)

رختِ شب پیر فلک نے جب اتارا بر سے
سرمۂ لیل گرا چشمِ مہ و اختر سے
ڈھل کے چادر بھی گری لیلیٔ شب کے سر سے
مہرِ تاباں نے نقاب الٹی رخِ انور سے
فیضِ نورِ سحری سے جو زمیں چاند ہوئی
ذرے ذرے سے ستاروں کی قبا ماند ہوئی

(۱۰)

طیر شاخوں پہ تھے مشغول بذکر معبود
ملک وجن وبشر صبح کو پڑھتے ہیں درود
تھے تھے وہ تجلی کواکب کے نمود
اور تاروں سے تھی ضو نجم سحر کی افزود
اخترِ صبح فلک پر قمر آرا چمکا
پیر گردوں کے مقدر کا ستارا چمکا

(۱۱)

نازوانداز سے چلتی تھی صبا چار طرف
بس گئی باغ میں پھولوں کی قبا چار طرف
ٹھنڈی ٹھنڈی ہے وہ تاروں کی ضیا چار طرف
بھینی بھینی ہے وہ پھولوں کی ہوا چار طرف
اک اداسی سی رخ مہ پہ عیاں ہوتی ہے
چھاؤں بھی ڈوبتے تاروں کی نہاں ہوتی ہے

(۱۲)

صبح کا نور سوا تھا نہ اندھیرا شب کا
اک دھندلکا سا تہہِ چرخ نظر آتا تھا
مہر کا کام نہ کچھ ماہ کی حاجت اصلا
تھے مگر وادیٔ ایمن کی طرح ارض و سما
خود بخود ٹھنڈی ہر اک شمع بھی کافور کی تھی
آسماں نور کا تھا اور زمیں نور کی تھی

(۱۳)

جو فلک کا ہے زمیں کا بھی وہی ہے احوال
یاں گلوں پر ہے خزاں، واں ہے ستاروں پہ زوال
خوشے انگور کے ہیں عقد ثریا کی مثال
ہے سفیدی و سیاہی پہ عجب حسن و جمال
غنچے کھلتے ہیں مسرت سے شجر ہلتے ہیں
ظلمت و نور بہم بڑھ کے گلے ملتے ہیں

(۱۴)

ساتھ گویا ہے رواں آب میں عکسِ مہتاب
ہالہ پانی میں نظر آتا ہے مثل گرداب
فلک و بحر و زمیں پر ہے عجب آب وتاب
کیفیت دور سے دریا کی دکھاتا ہے سحاب
ذرے یوں ریگ بیاباں میں چمک جاتے ہیں
جس طرح بحر میں سیارے نظر آتے ہیں

(۱۵)

صبح کا سب سے زیادہ ہے سماں ساحل پر
اترے دریا میں تماشے کو فلک سے اختر
عکس مہتاب کا آتا ہے جو پانی میں نظر
سیر کے واسطے آتی ہے سمک بھی بڑھ کر
شور موجوں میں ہے کیا لطف نیا پاتے ہیں
ماہی و ماہ بہم آج نظر آتے ہیں

(۱۶)

لطف کچھ اور سحر کا ہے میانِ دریا
کوہ وصحرا سے زیادہ ہے یہاں سرد ہوا
سب سے بڑھ کر ہے طلسمی یہ تماشا کیسا
سیرِ ضدین ہے دریا میں شفق سے پیدا
کانپتے ہیں صفتِ بید شجر پانی میں
آگ بھڑکی ہوئی آتی ہے نظر پانی میں

(۱۷)

بوئے گل سے ہے بسا باغ کا سارا دامن
دونی کیونکر نہ شفق سے ہو بہارِ گلشن
گلِ لالہ کا بڑھا اور زیادہ جوبن
پاس پھولوں کے عنا دل کا ہے جانی دشمن
تختہ لالہ کا ہے پھولا کہ شفق پھولی ہے
گل میں جو خار ہے بلبل کے لئے سولی ہے

(۱۸)

کبھی ہوتی نہیں اک طرح زمانے میں بسر
دن کو ہے مہرِ جہاں تاب کی ضو چار پہر
آسمانوں کی کواکب سے ہے زینت شب بھر
رونقِ شمعِ قمر شام سے ہے تا بہ سحر
مرکے پایا نہ یگانوں کو نہ بیگانوں کو
شمع کشتہ پہ نہ دیکھا کبھی پروانوں کو

(۱۹)

ایک شب ہے مہ کامل کا جہاں میں شہرا
بس ہے دن بھر کے لئے مہر مبیں کا جلوا
دن کو ذروں کی چمک شب کو ہے تاروں کی ضیا
عشق سے حسن کا ہے بزم جہاں میں چرچا
مثل مہتاب کے روشن ہے یہ کاشانوں سے
رونق شمع زیادہ ہوئی پروانوں سے

(۲۰)

دشت ایمن سا کوئی کب ہے جہاں میں ایمن
رو لے پہلے تو بھرے اشک کے دُر سے دامن
سوختہ خود ہو تو ہو نام جہاں میں روشن
دھیان رہتا نہیں عشاق کا مثلِ دشمن
روشنی یوں کبھی بخشی نہ سیہ خانوں کو
شمع جل جل کے جلاتی رہی پروانوں کو

(۲۱)

ہے کبھی موسمِ گل باغ میں گہہ فصلِ خزاں
کبھی بلبل کا ہے نالہ کبھی گل ہیں خنداں
کبھی آباد ہے گلزار کبھی ہے ویراں
صفتِ پیر کبھی باغ کے جھکتے ہیں جواں
گل سے ہوتی ہے جدا بو کبھی جانوں کی طرح
کبھی شمشاد اکڑتے ہیں جوانوں کی طرح

(۲۲)

تھے جو شاہوں کے محل اہل محل سے آباد
تھوڑی مدت میں کیا موت نے ان کو برباد
ہے کوئی شاد زمانہ میں کوئی ہے ناشاد
ہے گرفتار بلا ایک تو اک ہے آزاد
رونق افروز ہے مسند پہ کوئی ایواں میں
فرشِ خاکی پہ تڑپتا ہے کوئی زنداں میں

(۲۳)

خلعت زرکسی نوشاہ کے ہے زیب بدن
بعدِ مردن کوئی نادار ہے محتاج کفن
دوست رکھتے ہیں بہت ایک کو احباب وطن
رہنے دیتے نہیں گھر میں بھی کسی کو دشمن
ایسی آفت نہ زمانہ میں کسی پر گذری
جو مصیبت کہ حسینؑ ابن علی پر گذری

(۲۴)

گھر میں رہنے نہ دیا شہؑ کو سیہ کاروں نے
خط پہ خط لکھے طلب کے لئے غداروں نے
مکر کیا کیا نہ کئے آپ سے مکاروں نے
گھر میں حق کے بھی اماں دی نہ ستمگاروں نے
ہوئے کیا کیا نہ مصیبت میں گرفتار حسینؑ
چھوڑ کر حج کو روانہ ہوئے ناچار حسینؑ

(۲۵)

سختیاں شہؑ پہ ہوئیں راہ میں کیسی کیسی
فصل گرمی کی وہ اور آب کی وہ نایابی
حدتِ مہر سے اطفال کی وہ تشنہ لبی
سرمنزل بھی نہ ملتا تھا کسی جا پانی
صبح سے آب میسر نہ ہوا شام تلک
قحط یوں ہی رہا آغاز سے انجام تلک

(۲۶)

ایک منزل پہ ملا آب کا چشمہ جو کوئی
بولے یہ حضرتِ عباسؑ سے فرزندِ نبیؐ
دے کے پیاسوں کو فراہم کرو پانی بھائی
ہوئے مصروف بدل حکم پہ عباسؑ علیؑ
حسب ارشاد غلاموں نے بہم آب کیا
بھر لئے ظرف بھی، پیاسوں کو بھی سیراب کیا

(۲۷)

واں سے راہی ہوئے شبیرؑ بہ تعجیل شتاب
قلبِ شہؑ منزلِ مقصد کے لئے تھا بیتاب
تھے روانہ صفتِ ابر شہؑ عرش جناب
پشتِ سر آپ کی آتے تھے ادب سے احباب
خاکساروں نے شرف شہؑ کی بدولت پائے
گرد پائے فرس شاہؑ کے خلعت پائے

(۲۸)

تھے اسی طرح روانہ ابھی شاہؑ دلگیر
ناگہاں کی کسی غازی نے فرس پر تکبیر
شہؑ نے پوچھا، تو یہ کی اک نے ادب سے تقریر
نخل کوفہ کے وہ آتے ہیں نظر اے شبیرؑ
کوئی بولا یہ رفیقان شہؑ والا میں
نخل ہم نے کبھی دیکھے نہیں اِس صحرا میں

(۲۹)

غور سے حضرت عباسؑ نے جس دم دیکھا
عرض کی گوش فرس یا ہیں یہ نیزے مولا
مسکرا کر شہؑ والا نے یہ بھائی سے کہا
ظنِ غالب یہی مجھ کو بھی ہے سچ ہے بھیا
ہاں مرے پاس یہ پیغام وغا لاتی ہے
یا مجھے روکنے کوفہ سے سپہہ آتی ہے

(۳۰)

دور کیا ہے اسی میداں میں لڑائی ہو اگر
کہہ دو تیار رہے جنگ پہ ایک ایک بشر
ذکر یہ تھا کہ قریب آ گیا وہ بھی لشکر
سامنے لشکرِ اسلام کے ٹھہرا آکر
اک ہزار ان میں جوانان قوی پیکر ہیں
لیکن ان سب کے ہے بشرے سے عیاں مضطر ہیں

(۳۱)

شہؑ نے پوچھا کہ سبب کیا ہے پریشانی کا
جوڑ کے ہاتھ یہ کی عرض کہ اے شاہؑ ہدیٰ
تشنگی سے پھنکا جاتا ہے کلیجہ بخدا
آب چوبیس پہر سے نہیں پایا اصلا
حالت اب غیر عطش سے ہے مسلمانوں کی
خاک چھانی ہے پئے آب بیابانوں کی

(۳۲)

سن کے یہ ہوگئے بیچین شہؑ ہر دوسرا
بولے عباسؑ دلاور سے شہنشاہؑ ہدیٰ
آب جو ساتھ ہے منگواؤ اسے اے بھیا
سب کو سیراب کرو اے پسرِ شیر خدا
قلب بیتاب ہے سینے میں ہمارا بھائی
دشمنوں کی بھی نہیں پیاس گوارا بھائی

(۳۳)

بولے عباسؑ کہ اے ساقی کوثر کے پسر
ابھی جانا ہو کہاں تک نہیں کچھ ہم کو خبر
کیا ہو بچوں کے لئے آب نہ ممکن ہو اگر
ہوں نہ پژمردہ کہیں پیاس سے مثلِ گلِ تر
سخت مشکل ہو جو رستے میں نہ پایا پانی
پئے اطفال تو باقی رہے تھوڑا پانی

(۳۴)

شہؑ نے ارشاد کیا سن کے برادر کا کلام
تشنہ لب دیکھ کے ان کو، نہیں دل کو آرام
عملِ خیر میں بیکار ہے فکرِ انجام
غیب سے آب ہمیں دے گا خداوندِ انام
کیا اسے ڈر ہے (رہ راست کا جو سالک ہے)
فکر کیا ہے مرے بچوں کا خدا مالک ہے

(۳۵)

بڑھ کے سقوں کو پکارا یہ علیؑ کا دلبر
جس قدر آب ہے موجود وہ لے آؤ ادھر
مشکیں پانی کی جب آئیں تو بڑھا وہ صفدر
بھر کے دینے لگے ہر تشنہ دہن کو ساغر
رکھا محروم نہ اعدا کو بھی مہمانی سے
خوں کے پیاسوں کو بھی سیراب کیا پانی سے

(۳۶)

رہا محروم نہ پانی سے کوئی تشنہ آب
ذکر انساں تو ہے کیا ہوگئے حیواں سیراب
حاضر ایک اور ہوا پیشِ شہِؑ عرش جناب
صورتِ ماہی بیتاب تھا وہ بھی بیتاب
شاہؑ بولے نہ دکھا دل کو تو آہیں بھر کے
پی لئے پانی دہنِ مشک کو خود وا کر کے

(۳۷)

آ کے مشکیزے کا گھبرا کے دہانہ کھولا
پانی بہنے لگا لیکن نہ گلے سے اترا
حال یہ دیکھ کے بیتاب ہوئے شاہؑ ہدیٰ
واہ کیا رحم ہے اس رحم پہ سو جاں سے فدا
تشنگی سے دلِ دشمن کو نہ بیتاب کیا
اٹھ کے بانفسِ نفیس آپ نے سیراب کیا

(۳۸)

کر چکے لشکر اعدا کو جو سیراب امامؑ
حر نے پاس آ کے شہ دیں کو کیا جھک کے سلام
شہؑ نے پوچھا، تو یہ کی عرض کہ اے شاہؑ انام
حاکمِ کوفہ کا بھیجا ہوا آیا ہے غلام
حکمِ حاکم میں کبھی فرق نہ آنے دوں گا
غیرِ کوفہ نہ کہیں آپ کو جانے دوں گا

(۳۹)

عیض میں شہؑ نے کہا یہ مجھے منظور نہیں
میرے تیرے ہو یہیں جنگ تو کچھ دور نہیں
تیغ جب تک مرے قبضہ میں ہے مجبور نہیں
بے خطا کیوں ہوں گرفتار یہ دستور نہیں
خود ہوں مختار میں بے بس نہیں ناچار نہیں
گھر کے کیوں فوج میں جاؤں کہ گنہگار نہیں

(۴۰)

جانبِ راست بڑھے جب پسرِ شیر خدا
تھام لی حرؓ نے لجامِ فرس شاہؑ ہدیٰ
غیظ میں کانپ کے فرزند پیمبرؐ نے کہا
روئے مادر ترے ماتم میں یہ کیا قصد کیا
کیا کرے گا کوئی کوفہ کو نہ گر جاؤں گا
حق کو منظور جدھر ہوگا ادھر جاؤں گا

(۴۱)

دل ہلے فوج کے غصہ میں جو سرورؑ آئے
دور کچھ تھے تو قریب آپ کے اکبرؑ آئے
بھانجے اور بھتیجے بھی برابر آئے
تیغ تولے ہوئے عباسؑ دلاور آئے
دھیان تھے یہ نہ کوئی (رنج) ہو حضرت کے لئے
مستعد ہو گئے انصارؑ بھی نصرت کے لئے

(۴۲)

جوڑ کر ہاتھ کہا حرؓ نے کہ اے شاہؑ انام
یوں مری ماں کا سوا شہؑ کے جو لیتا کوئی نام
اس کی ماں کا بھی یوں ہی تذکرہ کرتا یہ غلام
مادر شہؑ ہیں فلک مرتبۂ عرش مقام
ہاں جواب آپ کے دینے کے لئے قاصر ہوں
نام یوں والدۂ شہؑ کا جو لوں کافر ہوں

(۴۳)

الغرض جانب چپ سید ابرار چلے
پیچھے پیچھے با ادب مونس و غمخوار چلے
روکنے کو عقب حر بھی ستمگار چلے
دور کیا تھا اسی میداں میں جو تلوار چلے
پھر تعرض نہ کیا آپ سے کچھ اعدا نے
اثر ان پر بھی کیا حلم شہؑ والا نے

(۴۴)

ناگہاں ایک بیاباں میں مقدر لایا
فیض پائے شہؑ دیں سے یہ شرف ہاتھ آیا
چرخ بھی پست ہے وہ اوج زمیں نے پایا
اس کے سائے سے ہوا گرد ہما کا سایا
یاں کے سبزہ کی فضا بھی ہے سوا بستاں سے
اس کا درویش بھی بہتر ہے کہیں سلطاں سے

(۴۵)

چلتے چلتے فرسِ سید ذی جاہؑ رکا
اور گھوڑے بھی کئی آپ نے بدلے اس جا
لیکن اک گام بھی آگے نہ کسی نے رکھا
رک گئے وہ جو ہوا سے تھے کہیں تیز سوا
مطلب اس کا تھا نہاں راز دلی کی صورت
قدم ایک کا نہ بڑھا اسپ گلی کی صورت

(۴۶)

شہؑ نے اس دشتِ پر آشوب کو پوچھا اک بار
کربلا نام بھی معلوم ہوا آخر کار
اترے گھوڑے سے سرِ خاک شہؑ عرش وقار
حکمِ شہؑ سے ہوئے خیمہ بھی زمیں پر تیار
مع اطفال گئے آلِ نبیؐ خیمہ میں
اتریں با قلب حزیں بنتِ علیؑ خیمہ میں

(۴۷)

دوسری ماہِ محرم کو ہوا ختم سفر
تیسری سے ہوئی فوجوں کی چڑھائی شہؑ پر
ہر طرف دشت میں پھیلا تھا چھٹی کو لشکر
بند ہفتم کو ہوا آب، تھے بچے مضطر
گھر گئے ظلم کی فوجوں میں نہم کو شبیرؑ
ہر طرح سے ہوئے مجبور دہم کو شبیرؑ

(۴۸)

جلوہ افروز ہوا اخترِ تابانِ سحر
پنجۂ غم سے ہوا چاک گریبانِ سحر
مستعد نغمہ زنی پر ہوئے مرغانِ سحر
بڑھی سائل کے لئے وسعتِ دامان سحر
کیا رسا تھیں گئیں تا عرش صدائیں ان کی
کیوں نہ مقبول ہوں اس آن دعائیں ان کی

(۴۹)

فیض حق سے کوئی محروم نہیں رہتا ہے
مطلبِ دل کو تضرع سے کوئی کہتا ہے
بخت بد کی کوئی سختی کا مزہ سہتا ہے
روز و شب ایک طرح بحر کرم بہتا ہے
ناخدا کشتیٔ کشکول سے غافل نہ رہا
درِ حاجت سے تہی دامن سائل نہ رہا

(۵۰)

بے طلب منبعِ فیاض سے کیا کیا نہ ملا
قطرہ چاہا جو کبھی کب اسے دریا نہ ملا
دولتِ دیں نہ ملی یا زر دنیا نہ ملا
کب فقیروں کو سلاطین کا رتبہ نہ ملا
حکم سے نارِ فرو زندہ گلستاں ہوجائے
مہر اس کی ہو تو اک مور سلیماں ہوجائے

(۵۱)

فیض ہوتا ہے سدا ابر کا گلزاروں پر
نظرِ لطف وشفا ہوتی ہے بیماروں پر
رحم کیا کیا نہیں کرتا ہے گرفتاروں پر
آنچ آنے نہیں دیتا ہے گنہگاروں پر
دور دم بھر میں کیا خیر کو شر سے کیسا
حر کو آزاد کیا نار سقر سے کیسا

(۵۲)

صبح کو دردی بجی لشکر شر میں اک بار
دشمن دیں ہوئے سامانِ وغا پہ تیار
ہر تہی دست کو بٹتے تھے صفوں میں ہتھیار
جن کے قبضہ میں نہ تھی پائی انہوں نے تلوار
پہلے آئینۂ شمشیر میں تیور دیکھے
باڑھ کو دیکھ کے پھر تیغ کے جوہر دیکھے

(۵۳)

جو ستمگار تھے خود دام اجل کے پابند
بس وہی گردش تقدیر سے پاتے تھے کمند
سر گراں دوش پہ جن کے تھے وہ مغرور پسند
تبر و گرز کے ملنے سے بہت تھے خورسند
جن کے مٹنے کو نشان تھے وہ علم پاتے تھے
منہ چھپانے کو لڑائی میں جہلم پاتے تھے

(۵۴)

ناوک خوف سے جن کے تھے کلیجے غربال
وہ زرہ جامہ بھی ملنے سے ہوئے کچھ نہ بحال
جن کے بازو تھے قوی تر صفتِ رستم وزال
جوشنوں کو وہ پہن کر ہوئے مغرور کمال
جو تھے سفاک انہیں خنجر خونخوار ملے
بھاگنے کے لئے فرار کو رہوار ملے

(۵۵)

دی کماں ان کو جھکے تھے جو کماں کی صورت
چار آئینہ ملے ان کو جنہیں تھی حسرت
ڈھالیں ملتی تھیں انہیں جن کی سپہ تھی رنگت
نیزے ملتے تھے انہیں جو تھے طویل القامت
پہلوانانِ زرہ پوش نے بکتر پائے
کج کلاہانِ تہی مغز نے مغفر پائے

(۵۶)

رن میں استادہ تھے فوجوں کے پرے پیش وپس
خود خبر دار تھے پر بخت سے غافل تھے عبس
دل تھے چھوٹے ہوئے، ظاہر میں وغا کی تھی ہوس
کوئی کستا تھا کمر اور کوئی تنگ فرس
اسلحہ جسم پہ سب بانیٔ شر باندھ چکے
جنگ پر پیدل و اسوار کمر باندھ چکے

(۵۷)

تھے خبردار جو آغاز وغا سے سردار
ابتدا جنگ کی ہوگی نہ ادھر سے زنہار
عیش و آرام سے کرتے تھے بسر کیا غدار
رہتے تھے بادہ غفلت سے وہ مست وسرشار
بد ہو آغاز تو انجام برا ہوتا ہے
یہ نہ معلوم تھا اک آن میں کیا ہوتا ہے

(۵۸)

اپنے بیچو بے میں بیٹھا تھا ادھر حر جواں
متفکر تھا کہ یارب یہ ہوا کیا ساماں
دفعتاً پھر گئے شبیرؑ سے سب بد ایماں
بے خطا دشمن جاں ہوگیا جاں کا خواہاں
حیف باقی نہیں رہنے کی مصیبت کوئی
نظر آتی نہیں اب صلح کی صورت کوئی

(۵۹)

دل سے باتیں یہی کرتا تھا بحالِ مضطر
تیغ کھینچوں پئے قتل شہِؑ والا کیوں کر
ان کے ہر قاتل ومقتول کا دوزخ میں ہے گھر
گھر گئے فوج میں افسوس شہؑ جن و بشر
قابل قتل کبھی فاطمہؑ کا ماہ نہ تھا
جان لے گا پسر سعد میں آگاہ نہ تھا

(۶۰)

پسر سعد کو سمجھاتے نہیں کیوں جا کر
ستم وظلم پہ باندھی ہے ستمگر نے کمر
تا بمقدور نہ چوکے کبھی نیکی سے بشر
دلِ بے رحم پہ شاید ہو نصیحت کا اثر
جنگِ مظلوم سے یہ لشکر کیں باز رہے
قتلِ فرزند پیمبرؐ سے لعیں باز رہے

(۶۱)

دل میں یہ سوچ کے جرار چڑھا گھوڑے پر
ناگہاں سوئے بنِ سعد چلا وہ صفدر
بے سلام آکے بصد یاس کہا اے افسر
کس لئے آج صفیں باندھ رہا ہے لشکر
ڈھالیں کس واسطے ہیں تیغ دوسر کستے ہیں
تنگ گھوڑوں کے کبھی گاہ کمر کستے ہیں

(۶۲)

بے خطا ظلم وستم بیکس ومضطر پہ کیا
بند پانی بھی بن ساقی کوثرؑ پہ کیا
نرغہ ہر سمت سے لاکھوں نے بہتر پہ کیا
رحم تو نے بھی نہ کچھ سبط پیمبرؐ پہ کیا
کیا نظر پھر گئی تیری پسر زہراؑ سے
صلح یا جنگ ہے منظور شہؑ والا سے

(۶۳)

پسرِ سعد کو حرؑ نے جو کیا تھا نہ سلام
بدمزاجی سے کئے غیظ میں آ کر یہ کلام
صلح کی جنگ کی کیا فکر ہے، کیا ہے تجھے کام
دیکھ، کہتا ہوں میں ان باتوں کا بد ہے انجام
حکم حاکم سے ہر اک فوج میں ماہر ہوگا
ہونے والا ہے جو کچھ آپ وہ ظاہر ہوگا

(۶۴)

تیری باتوں کا ہے اس وقت بڑا مجھ کو عجب
اپنے سردار کا بھی بھول گیا داب وادب
کیوں سلام آج نہ مجھ کو کیا کیا اس کا سبب
بے حمیت نہیں ہوتے ہیں شجاعانِ عرب
غیظ میں چیں بجبیں آج تجھے پاتے ہیں
اور ہی رنگ ترے ہم کو نظر آتے ہیں

(۶۵)

دوستیِ شہؑ ذی جاہ کا دم بھرتا ہے
نامِ فرزند یداللہ پہ تو مرتا ہے
قہر سے حاکمِ کوفہ کے نہیں ڈرتا ہے
دیکھ! اچھا نہیں کرتا ہے برا کرتا ہے
جس پہ غرہ ہے وہی کام نکل جائے گا
اس رسالہ سے ترا نام نکل جائے گا

(۶۶)

بڑھ کے بولا پسر سعد سے وہ نیک انجام
ہاں خبردار نہ پھر آئیں زباں پہ یہ کلام
منع ہے خارج اسلام پہ مسلم کو سلام
تجھ سے بیدیں کا ادب ہے مرے مشرب میں حرام
ظلم مظلوم پہ کرتا ہے گنہگار ہے تو
بدلے تسلیم کے لعنت کا سزاوار ہے تو

(۶۷)

کیا خبر تجھ کو مرے دل کی تمنا کیا ہے
افسری چیز ہے کیا اور یہ عہدہ کیا ہے
جس پہ نازاں تو بہت ہے وہ رسالہ کیا ہے
یہ بھی منصب تو ہی لے لے مجھے پروا کیا ہے
قتلِ اولادِ بنی فاطمہؑ ہے کام ترا
کٹ گیا دفترِ اسلام سے خود نام ترا

(۶۸)

کیسا نادان ہے بچوں کی ہے تیری تقریر
درس تہذیب فراموش کیا تو نے شریر
یاد کرلے سبقِ علم و ادب اے بے پیر
مجھے منصب کی ہوس اب ہے نہ طمعِ جاگیر
محو دفتر سے مرا نام ہو پروا کیا ہے
چند اوراق بہم ہیں یہ رسالہ کیا ہے

(۶۹)

محض دعویٰ ہے مگر صاحب اسلام نہیں
ظلم سادات بجز اور کوئی کام نہیں
قابلِ دفترِ اسلام ترا نام نہیں
نیک دنیا میں بھی ظالم ترا انجام نہیں
بد کہے گا تجھے تا حشر زمانہ ظالم
خون سادات ہے کیا سہل بہانا ظالم

(۷۰)

طمع نے فہم وفراست کو تری دور کیا
قتل اولاد بنی فاطمہ منظور ہے کیا
جس ہوس نے تجھے اس جرم پہ مجبور کیا
اس تمنا سے بھی تقدیر نے معذور کیا
خلق سے لے کے یہ ارمان دلی جائے گا
دیکھنا رے کی حکومت نہ کبھی پائے گا

(۷۱)

فرض مانند فریضہ ہے اطاعت شہؑ کی
ہر مسلمان پہ واجب ہے مودت شہؑ کی
ٹکڑے کرتی ہے کلیجہ کے مصیبت شہؑ کی
کام آئے گی پس مرگ محبت شہؑ کی
خلق سے ہنستے ہوئے گل کی طرح جائیں گے
باغ فردوس میں الفت کا ثمر پائیں گے

(۷۲)

جنگ ہی آج تجھے شہؑ سے ہے منظور اگر
اس کی پائے گا سزا آپ، دغا کر، بہتر
گر ہے لڑنا تو جفاؤں پہ جفائیں تو نہ کر
بند کیوں آب کیا پھر پسر حیدرؑ پر
جو پرے باندھے کھڑے ہیں لب ساحل ہٹ جائیں
حکم دے گھاٹ سے دریا کے موکل ہٹ جائیں

(۷۳)

تشنگی شہؑ دیں سے مرا پھنکتا ہے جگر
حکم یہ گھاٹ کی فوجوں کو نہ دے گا تو اگر
پہلے شہؑ کے مری تیری ہو لڑائی بہتر
بدلے پانی کے بہاؤں گا لہو ریتی پر
بن پڑے گی نہ تجھے غیظ میں گر آؤں گا
نہر کو کاٹ کے تلوار سے لے جاؤں گا

(۷۴)

غیظ میں آکے بن سعد نے حرؑ سے یہ کہا
تو بگڑ جائے گا بالفرض تو ہوگا مرا کیا
ایسے فقروں سے کبھی میں نہ ڈروں گا اصلا
دیکھ کہتا ہوں یہ باتیں ہیں تجھے نازیبا
زیب تجھ کو نہیں یہ بغض وعناد آپس میں
افسروں سے کوئی کرتا ہے فساد آپس میں

(۷۵)

حر یہ بولا کہ شجاعوں میں بڑا ہے مرا نام
کیوں دبوں میں کوئی دبنے کا نہیں ہے یہ مقام
زر خریدہ ترے حاکم کا نہیں ہوں میں غلام
کچھ نہ منصب سے غرض آج نہ عہدہ سے ہے کام
دیکھوں اب ثروت حاکم مرا کیا کرتی ہے
نوکری فاسق وفاجر کی بلا کرتی ہے

(۷۶)

صاف تو کہہ دے جو کچھ اب تجھے ہوئے منظور
پانی شبیرؑ کو دے گا کہ نہ دے گا مغرور
حیف صد حیف کہ سیراب ہوں سب وحش وطیور
مثل گل پیاس سے پژمردہ ہوں اطفالِ حضور
کر سبیل آب کی کچھ تشنہ دہانی کے لئے
سر پہ لے خون نہ بےشیرؑ کا پانی کے لئے

(۷۷)

چوکیاں گھاٹ پہ ہوں سبط پیمبرؐ کے لئے
قرق پانی ہو بنِ ساقیٔ کوثر کے لئے
ہمرہِ آب رسد بند ہو سرورؑ کے لئے
کچھ بھی ممکن نہ غذا ہو شہؑ بے پر کے لئے
ہوں گدا سیر، شہنشاہ رہے فاقہ سے
وارثِ خوانِ خلیل آہ رہے فاقہ سے

(۷۸)

سیر وسراب ہو تو، شاہؑ ہوں بھوکے پیاسے
ایسے بے رحم جہاں میں نہیں انساں دیکھے
عطش وجوع سے بیتاب ہوں ننھے بچے
اب جو بےان کے تو کھا آب وغذا سم ہوئے
نمک الحاس تجھے ظلم کے بانی ہوجائے
آب شمشیر گلے کے لئے پانی ہوجائے

(۷۹)

ساتھ حر کے تھا رسالہ ہی عمر سے برہم
متفق پا کے اسے دل میں ڈرا وہ اظلم
حرؑ سے بولا وہ بصد یاس کہ اے وائے ستم
تیری تقریر کا منشاء نہیں سمجھے کچھ ہم
ان جفا وستم وجور پہ مامور ہو ں میں
کیا خبر تجھ کو نہیں حکم سے مجبور ہوں میں

(۸۰)

یہ سخن کہہ کے بن سعد جو خاموش ہوا
حر یہ سمجھا کہ اثر مری نصیحت نے کیا
ناگہاں سامنا اک اور ہوا آفت کا
نامۂ ابنِ زیاد ستم آرا آیا
نظر مہر ستمگار نہ کیوں کر بدلے
خط وہ پڑھتے ہی بن سعد کے تیور بدلے

(۸۱)

شمر کو حکم ستمگر نے دیا یہ ناگاہ
گھاٹ پر بھیج حفاظت کے لئے اور سپاہ
پانی پائے نہ خبردار محمدؐ کا ماہ
کشتی فاطمہؑ بے آب کے ہو آج تباہ
ڈھونڈھتی ہی رہے پیاسے کی نظر دریا کو
مرتے مرتے نہ ملے آب شہؑ والا کو

(۸۲)

حر یہ سمجھا کہ ہے اب میری نصیحت بیکار
دے گا پانی نہ کبھی تشنہ دہن کو غدار
اپنے خیمہ کو روانہ ہوا پھر وہ جرّار
آکے بیٹے سے بیاں کی جو ہوئی تھی تکرار
کیا کہوں رنج ہے کیا اور مجھے صدمہ کیا ہے
بولا فرزند کہ پھر آپ کا منشا کیا ہے

(۸۳)

حر نے خوش ہو کے کہا شہؑ کی طرف جاتا ہوں
رات سے فرقت شبیرؑ کا غم کھاتا ہوں
رخصتِ جنگ شہؑ دیں سے اگر پاتا ہوں
رن میں لڑنے سپہ کیں سے ابھی آتا ہوں
کیوں نہ حسرت ہو مرے دل میں وغا ہونے کی
آرزو ہے قدم شہؑ پہ فدا ہونے کی

(۸۴)

سن کے بیٹے نے کہا دیر ہے کیا بسم اللہ
لیتے چلئے مجھے بھی خدمتِ شہؑ میں ہمراہ
آرزو ہے یہی میری بھی خدا ہے آگاہ
زندگی تلخ ہے ہجرِ شہ دیں سے واللہ
ثمرِ الفت فرزند نبیؐ جنت ہے
واں کے فاقوں میں عسل سے بھی سوا لذت ہے

(۸۵)

حر کے بھائی نے بصد شوق یہ اظہار کیا
قدم حضرت عباسؑ پہ میں ہوں گا فدا
جوڑ کے ہاتھوں کو خادم نے ادب سے یہ کہا
گو نہیں خدمت مولاؑ کے میں قابل اصلا
دل میں ہم سطوت شاہی سے عبث ڈرتے ہیں
وہ غلاموں پہ بھی تو لطف وکرم کرتے ہیں

(۸۶)

ہوں گا میں حضرتِ قنبرؑ کے غلاموں پہ نثار
شہؑ کے صدقہ میں ذلیلوں کو بھی حاصل ہو وقار
دیکھ لے گلشن جنت کی یہ خادم بھی بہار
دے گا اللہ مجھے خلد میں قنبر کا جوار
کوئی باقی نہیں رہنے کا قلق جنت میں
حور وغلمان جناں ہوں گی مری خدمت میں

(۸۷)

اسلحہ جسم پہ سجنے لگا حرِ دیندار
مثل جس کا نہ تھا وہ زیب کمر کی تلوار
ہاتھ میں لی وہ سناں جو ہو دل کوہ کے پار
وہ لیا گرز کہ جس سے سرِ دشمن ہو فگار
دل سے مصروف ہوا شہؑ کی رفاقت کے لئے
رشتۂ جاں سے کمر باندھ لی نصرت کے لئے

(۸۸)

ہوکے تیار چلے جانبِ فوجِ اسلام
دہشتِ شہؑ سے مگر کانپتا تھا جسم تمام
پیچھے پیچھے تھے رواں بھائی پسر اور غلام
فکر یہ تھی کہ الٰہی ہو مرا نیک انجام
جرم ماضی مجھے کس طرح نہ بیجال کرے
عفو تقصیر مری فاطمہؑ کا لال کرے

(۸۹)

دور سے جب علمِ فوج الٰہی دیکھا
اپنے گھوڑے سے اتر کر حرؑ دیندار چلا
شہؑ نے آتے ہوئے دیکھا تو یہ بھائی سے کہا
پیشوائی کو ان احباب کے جاؤ بھیا
ہے بہت دھوپ سے تکلیف مسلمانوں کو
لاؤ سائے میں علم کے مرے مہمانوں کو

(۹۰)

پیشوائی کو علمدار بڑھے لے کے نشاں
پیدل آتے تھے ادھر شوق سے وہ چاروں جواں
ہوئی رستے میں ملاقات تو حرؑ نے اس آں
دست بستہ یہ کیا دلبرِ حیدرؑ سے بیاں
چار آنکھیں نہیں ہوں گی پسرِ زہراؑ سے
بخشوا دیجئے خادم کی خطا مولا سے

(۹۱)

سطوتِ شاہؑ سے آگے نہیں اٹھتے ہیں قدم
کہئے ناراض تو مجھ سے نہیں سلطانِ امم
حلمِ شہؑ سے نہیں کچھ عفو کی امید ہے کم
دشمنوں پر بھی وہ کرتے ہیں مدارات وکرم
شکل آئینہ مرے قلب کو حیرانی ہے
کیا کہوں بیم و رجا سے جو پریشانی ہے

(۹۲)

ہنس کے یہ حضرت عباسؑ دِلاور نے کہا
تجھ سے خوشنود ہیں واللہ بہت شاہِ ہداؑ
پیشوائی کو تری آپ مجھے ہے بھیجا
مجھ سے کس لطف ومحبت سے یہ ارشاد کیا
جاؤ الفت سے محبت سے کرم سے لاؤ
میرے مہمان کو سائے میں علم کے لاؤ

(۹۳)

نخلِ امید گل وبار بھی لائے تیرے
طالع پست بڑے اوج پر آئے تیرے
کس نے اس دہر میں یہ مرتبے پائے تیرے
کام بگڑے ہوئے خالق نے بنائے تیرے
رات ایذا میں کٹی دن ہو بسر راحت میں
شام دوزخ میں ہوئی صبح ہوئی جنت میں

(۹۴)

نخلِ امید بھلا ایسے ثمر لاتا ہے
یوں گرفتار بلا چھٹ کے کبھی جاتا ہے
مرتبہ یہ کوئی عاصی بھی کہیں پاتا ہے
اب ہے کیا خوف تجھے، سوئے جناں آتا ہے
جسم میں جامۂ انجام بہت ٹھیک ہوا
نار سے دور ہوا نور سے نزدیک ہوا

(۹۵)

جلد سائے میں علم کے ہو مرے ساتھ رواں
دیر سے ہیں ترے مشتاق شہنشاہِ زماں
ہمرہِ حضرت عباسؑ چلے چاروں جواں
ناگہاں خدمتِ شبیرؑ میں پہنچا مہماں
فرطِ الفت سے پھرا گرد غلام آقا کے
جھک کے بوسے لئے نعلینِ شہؑ والا کے

(۹۶)

گر کے قدموں پہ کی یہ عرض کہ یا شاہؑ ہدیٰ
عفو اب کیجئے خادم کی خطا اے مولاؑ
مسکرا کر شہؑ والا نے یہ ارشاد کیا
عفو کی میں نے خطا پاؤں سے سر کو تو اٹھا
خوش ہوئے فرطِ محبت میں جو پایا اس کو
اپنے سینہ سے بصد لطف لگایا اس کو

(۹۷)

حرؑ نے دیکھے جو یہ الطاف شہؑ جن وبشر
گرد پھر پھر کے یہ کہتا تھا فدا ہوں شہؑ پر
خاکساروں پہ یہ ہوتی نہیں الفت کی نظر
ختم یہ مہر و محبت ہے شہؑ دیں پہ مگر
حد نہیں کوئی بھی الطاف شہؑ والا کی
خاک سے پاک کیا ذرہ نوازی کیا کی

(۹۸)

یاس سے شہؑ نے کہا تجھ سے خجل ہوں میں کمال
کیا کہوں اس کو مرے قلب میں جو جو ہیں خیال
ہر طرح بیکس و مجبور ہے یہ خستہ حال
تیری دعوت کے نہ ہونے کا زیادہ ہے ملال
تو فدا کرنے کو موجود ہے اپنی جاں کو
جرعۂ آب بھی میں دے نہ سکوں مہماں کو

(۹۹)

عرض کی حرؑ نے یہ فرماتے ہیں کیا شاہؑ زماں
آپ خود تین شب و روز سے ہیں تشنہ دہاں
پیاس پر آپ کے سو جان سے میں ہوں قرباں
کیا غضب ہے کہ ہو مہمان پہ بند آبِ رواں
میزباں تشنہ خوں خود ہوں عوض پانی کے
خوب ساماں کئے مہمان کی مہمانی کے

(۱۰۰)

تشنہ وگرسنہ ہیں آپ شہِؑ عرش جناب
رنج میرا ہے عبث میں تو ہوں سیر و سیراب
آتش غم سے مرا آپ کلیجہ ہے کباب
فکر میں آب کی خادم تھا سحر سے بیتاب
پند کیا کیا نہ کئے ظلم کے بانی کے لئے
بحث تا دیر عمر سے رہی پانی کے لئے

(۱۰۱)

ہو چلا تھا اثر پندو نصیحت کم کم
بعد تکرار کے خاموش ہوا تھا اظلم
نامۂ حاکم کوفہ سے ہوا پھر برہم
کی رواں گھاٹ پہ کچھ اور سوا فوج ستم
قرق ہو آب پیمبرؐ کے نواسے کے لئے
قحط پانی کا ہو دوروز کے پیاسے کے لئے

(۱۰۲)

کیوں نہ اس غم سے ہوں صد چاک مرے قلب وجگر
زندگی ایک نفس بھی مجھے اب ہے دوبھر
حسرتِ دل کا تقاضہ ہے فدا ہوں شہؑ پر
عملِ خیر میں ہے دیر سے جلدی بہتر
رخِ محبوبِ خدا وقتِ شہادت دیکھوں
بند ہوکر جو کھلے آنکھ تو جنت دیکھوں

(۱۰۳)

عرض کی حرؑ نے بس اب تو ہے یہی اک ارماں
سب کے پہلے میں ہی ہوں ناحنِ شہؑ پر قرباں
بخشش و جود میں یکتا ہیں شہنشاہِ زماں
رد کبھی آپ کریں گے نہ سوالِ مہماں
آپ ہی سے پئے رخصت ہے توسل حرؑ کو
کیجئے فوجِ الٰہی کا ہراول حرؑ کو

(۱۰۴)

شہؑ نے کس لطف و محبت سے کیا حرؑ سے بیاں
کس طرح دوں میں ابھی تجھ کو رضائے میداں
داغِ فرقت ہے ترا سخت کہ تو ہے مہماں
سب کے پہلے تجھے مرنے کا بڑا ہے ارماں
کیوں مصر ہے ابھی میدان کی رخصت کے لئے
بعد انصارؑ کے کہنا تو اجازت کے لئے

(۱۰۵)

عرض کی حرؑ نے کہ اے سید و آقا میرے
میری نصرت کا یہی وقت ہے مولاً میرے
زندگی موت سے بھی تلخ ہے عیسیٰ میرے
ہے مزا زیست کا مرنے میں مسیحا میرے
خاک میں سارے مقدر کی بدی ملتی ہے
ایسے مرنے میں حیات ابدی ملتی ہے

(۱۰۶)

راہ میں آپ نے کیا کیا نہ کرم فرمایا
پیاس میں آب رسالہ کو میرے پلوایا
دھیان پہلے نہ جہالت سے مجھے کچھ آیا
میں ہی اس دشت بلا میں شہؑ دیں کو لایا
کیا کروں عرض ابھی تک جو ندامت ہے مجھے
سب کے پہلے میں ہی مرجاؤں یہ حسرت ہے مجھے

(۱۰۷)

اذن دینے میں تامل جو شہؑ دیں نے کیا
رو کے مہمانِ حزیں پائے مبارک پہ گرا
عرض کی اذن نہ جب تک مجھے دیں گے مولا
قدمِ پاک سے سر بھی نہ اٹھے گا بخدا
اس قدم سے جو جدا ہوں گا کدھر جاؤں گا
خود گلا کاٹ کے تلوار سے مرجاؤں گا

(۱۰۸)

واہ رے خُلق زہے مہر وعنایت شہؑ کی
اپنے ہی مثل تھی بس آپ مروت شہؑ کی
باپ ماں سے بھی زیادہ ہے محبت شہؑ کی
اس کے رونے سے ہوئی اور ہی حالت شہؑ کی
حرؑ کی باتوں میں جو کچھ درد کے پہلو نکلے
شہؑ کی آنکھوں سے بھی بیساختہ آنسو نکلے

(۱۰۹)

مضطرب ہو کے کہا سر تو اٹھا قدموں سے
گر خوشی ہے یہی تیری تو رضا جنگ کی لے
خیر بہتر ہے رواں خلد کو تو ہو آگے
جلد کٹ جائیں گے یہ تین پہر فرقت کے
صدمۂ ہجر سے کچھ دیر حزیں ہم ہوں گے
عصر تک گلشنِ فردوس میں باہم ہوں گے

(۱۱۰)

شاق مہماں کی جدائی تھی بہت سرورؑ کو
دونوں ہاتھوں سے سنبھالے تھے دل مضطر کو
اذن مرنے کا دیا آپ نے جب یاور کو
قدم پاک سے یہ کہہ کے اٹھایا سر کو
آرزو یہ بھی مری شہؑ کی بدولت نکلی
للہ الحمد کہ اب قلب کی حسرت نکلی

(۱۱۱)

ہو کے رخصت سوئے میداں جو چلا وہ مہماں
غم سے مغموم تھے شہؑ وہ تھا خوشی سے شاداں
یاس سے دیکھ رہے تھے اسے سلطانِ زماں
لاکھ جانیں ہوں تو اس لطف و کرم پر قرباں
آبدیدہ قلقِ ہجر سے شبیرؑ ہوئے
بڑھ کے مہمان سے خود آپ بغل گیر ہوئے

(۱۱۲)

نعرے کرتا تھا کبھی جوش میں قربانِ حسینؑ
کبھی آنکھوں سے لگاتا تھا وہ دامانِ حسینؑ
بڑھے ملنے کو عزیزان و رفیقانِ حسینؑ
چڑھ کے گھوڑے پہ روانہ ہوا مہمانِ حسینؑ
کئے آراستہ رضواں نے مکاں جنت کے
حوریں کرنے لگیں سامان بہم دعوت کے

(۱۱۳)

وجد میں جھومتے ہیں گلشن جنت کے شجر
پھول خوش ہو کے پہنتے ہیں قبائیں پر زر
زمزمے کرتے ہیں مرغانِ جناں شاخوں پر
مئے تسنیم کے خوشرنگ بھرے ہیں ساغر
حوض کوثر بھی اسی موج میں لہراتا ہے
شاد حوریں ہیں کہ مہمانِ حسینؑ آتا ہے

(۱۱۴)

حرؑ کے آنے کی ہر اک حور ہے مشتاق کمال
دل کو بیتاب کئے دیتا ہے ارمانِ وصال
سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں جھک جھک کے نہال
برگ سے آتی ہے آواز جلاجل کے مثال
طیر تیار ہیں پرواز پہ پر تولے ہیں
ڈالیاں شوق میں آغوش لقا کھولے ہیں

(۱۱۵)

گرد نہروں کے وہ شمشاد و صنوبر کی قطار
شجر و برگ و گل و غنچہ کی طرفہ ہے بہار
گل تو گل خار پہ سوجاں سے عنادل ہیں نثار
قدرت اللہ کی اک پھول میں ہیں رنگ ہزار
تاک میں خوشہ انگور مزے دیتے ہیں
مسکراتی ہے کلی پھول ہنسے دیتے ہیں

(۱۱۶)

حوریں مسرور ہیں ایک ایک سے کرتی ہیں مذاق
وصل کے شوق میں دم بھر کا بھی کھلتا ہے فراق
باغ فردوس کی ہر چیز کو تاخیر ہے شاق
آمد حرؑ کے نباتات بھی خود ہیں مشتاق
دور کچھ اپنے تصور میں جو پاتی ہیں اسے
شاخیں اٹھ اٹھ کے بصد شوق بلاتی ہیں اسے

(۱۱۷)

حور و غلماں میں بصد شوق یہ باتیں ہیں بہم
جلد مہمان حسینؑ آئے کہ مشتاق ہیں ہم
ذکر معبود میں مشغول ہیں طائر پیہم
گلے ملتے ہیں جوانانِ گلستاں باہم
زر لئے ہاتھ میں گل نذر کو آمادہ ہیں
سرو شمشاد بھی اک پاؤں سے استادہ ہیں

(۱۱۸)

بڑھ کے سبزہ ہے کہیں اطلس زنگاری سے
ہے عیاں صنعت صناع بھی گلکاری سے
چشم نرگس کو یہاں ڈر نہیں بیماری سے
فارغ البال عنادل ہیں گرفتاری سے
اس خوشی میں دل غنچہ کے کنول کھلتے ہیں
شجر ایک ایک سے جھک جھک کے گلے ملتے ہیں

(۱۱۹)

زینتِ قصر جناں کرتے ہیں حوروغلماں
آپ مشغول ہے ساتھ ان کے خوشی سے رضواں
فرش فراش بچھاتے ہیں بقلب شاداں
نعمت خلد سے مملو ہیں ظروفِ ایواں
واہ کیا لطف وکرم ایزد غفار کا ہے
نام لکھا ہوا ان پر حرؑ دیندار کا ہے

(۱۲۰)

لب ساحل پہ یہ ہے شور کہ حرؑ آئے شتاب
چارسو تکتی ہے اٹھ اٹھ کے ہر اک چشم حباب
مضطرب عکس مکانات بھی خود ہیں تہہِ آب
دید کو ماہی محراب ہے در کی بیتاب
ہاتھ پھیلائے ہوئے باب کشادہ کیا ہیں
شوق میں روزن دیوار کی آنکھیں وا ہیں

(۱۲۱)

یاں تو سامان تھا یہ حرؑ تھا وغا کا خواہاں
جانبِ دشت نوردی تھا بتعجیل رواں
تیز رفتار سے رہوار کا کیوں کر ہو بیاں
گرد پا کا بھی نہ پایا کبھی صرصر نے نشاں
جستجو پر بھی وہ آگاہ نہ راہوں سے ہوئی
مثل عنقا کے نہاں آپ نگاہوں سے ہوئی

(۱۲۲)

قول صرصر ہے فرس کا نہیں تیزی میں جواب
مضطرب گرم روی میں ہے یہ مثلِ سیماب
صفتِ برق ٹھہرتا نہیں کیا ہے بیتاب
تیز پستی وبلندی میں ہے دریا و سحاب
چال یہ مرکب دودی بھی نہیں پاتا ہے
صفتِ ابر ہواؤں میں فرس جاتا ہے

(۱۲۳)

صفتِ آب تھا پستی میں رواں زوروں پر
تھا بلندی میں کبھی ابر تنک سے بڑھ کر
مثل آندھی کے رواں دشت وغا کو ہے مگر
خاک اڑاتا ہوا جاتا ہے مثالِ صرصر
کب ہواؤں کو غم داغ جدائی نہ دیا
راہ میں ایک کی آنکھوں کو دکھائی نہ دیا

(۱۲۴)

ناگہاں فوجِ ضلالت کے قریں حرؑ آیا
اپنے ہمراہ لئے رعب و تہور آیا
لڑنے میداں میں ہزاروں سے بہادر آیا
تا زباں حرف رجز بہر تفاخر آیا
سالکِ مسلکِ عرفان وتوکل میں ہوں
فخر یہ ہے سپہ دیں کا ہراول میں ہوں

(۱۲۵)

کوئی جا کر عمر سعد سے کردے یہ خبر
دیکھ کس شان وتجمل سے میں آیا ہوں اِدھر
جلوۂ کوکبِ اقبال ہے پیشانی پر
خدمتِ حاکمِ فاسق میں تھا عقبیٰ کا ضرر
ترک دنیا کو کیا، دین کی توقیر ملی
نوکری یاں کی گئی خلد کی جاگیر ملی

(۱۲۶)

مرتبہ یہ شہؑ والا کی بدولت پایا
کھل گیا دل ثمرِ نخلِ محبت پایا
حلّہ خلد ملے خلعتِ بیعت پایا
قصر فردوس ملا گلشنِ جنت پایا
مئے اطہر کا چھلکتا ہوا ساغر بھی ملا
حوروغلماں بھی ملے بادۂ کوثر بھی ملا

(۱۲۷)

اپنے ہاتھوں تو بناتا ہے جہنم میں گھر
خیر اب تک ہے شقی قہر سماوات سے ڈر
دیکھ اب بھی ستم و جور سے باز آ اکفر
خونِ مظلوم و نبیؐ زادہ نہ لے گردن پر
کچھ ترے دل میں نہیں دہشت عقبا ظالم
تا ابد نارِ جہنم میں جلے گا ظالم

(۱۲۸)

دی کسی نے پسر سعد کو جاکر یہ خبر
لے کے ہمراہ جوانوں کو بڑھا وہ کافر
درمیان سپہ شام کہا یہ آکر
ہوش تیرے ہیں کہاں اور گئی عقل کدھر
کیا تو کہتا ہے سمجھ میں نہیں کچھ آتا ہے
واہ کیا خوب تو الٹا مجھے سمجھاتا ہے

(۱۲۹)

دیکھ کہتا ہوں ابھی تک نہیں کوئی نقصاں
وہی عہدہ ترا موجود ہے لے آکے یہاں
حاکم کوفہ پہ اب تک نہیں یہ حال عیاں
ورنہ دشمن تری ہوجائے گی یہ فوج گراں
گرز و شمشیر سے ہر بند جدا پائے گا
جان جانے کے سوا ہاتھ نہ کچھ آئے گا

(۱۳۰)

حر یہ بولا کہ جفا کار و ستمگار ہے تو
دشمنِ آل ہے دوزخ کا سزاوار ہے تو
دام تکذیب امامت میں گرفتار ہے تو
مثلِ ابلیس بڑا کاذب و مکار ہے تو
مکر میں کوئی خرد مند نہیں آتا ہے
میں بہکنے کا نہیں کیوں مجھے بہکاتا ہے

(۱۳۱)

نفع عقبیٰ کا ہو دنیا کا بلا سے ہو ضرر
وہ خردمند ہے انجام پہ جس کی ہو نظر
خوفِ حاکم نہ مجھے ہے نہ تری فوج کا ڈر
آپ لڑنے کو ہزاروں سے میں آیا ہوں ادھر
جان جائے جورہ حق میں سعادت ہو نصیب
اے خوشا حال اگر آج شہادت ہو نصیب

(۱۳۲)

سچ ہے جس کے ہو مقدر میں جہنم جانا
ہوش میں بادۂ غفلت سے ہے مشکل آنا
نیک باتوں کا ہے دشوار زباں پر لانا
دل نشیں ہوتا ہے شیطاں کا اسے بھڑکانا
ہاتھ بیدادی و بدعت سے اٹھاتا ہی نہیں
کبھی گمراہ رہِ راست پہ آتا ہی نہیں

(۱۳۳)

تلخ ہوکر پسر سعد شقی نے یہ کہا
میں کبھی پند و نصیحت نہ سنوں گا اصلا
رن میں آیا ہے پئے جنگ تو پھر دیر ہے کیا
کیا ہو گر سخت کلامی کی ابھی پائے سزا
حوصلے دل ہی میں رہ جائیں دل مضطر کے
قید کر کے تجھے لے آئیں جواں لشکر کے

(۱۳۴)

غیظ میں آکے یہ کی حر جری نے تقریر
کثرتِ فوج پہ بھولا ہے بہت اے بے پیر
جب تک اس دست زبردست میں یہ ہے شمشیر
تاب وطاقت ہے یہ کس میں جو کرے مجھ کو اسیر
رن میں ٹوٹے گی صفیں غیظ میں گر آؤں گا
صفتِ شیر میں گھر گھر کے نکل جاؤں گا

(۱۳۵)

حکم دے قید کریں مجھ کو بہادر آ کر
سہل سمجھا ہے شقی میری اسیری کو مگر
دیکھ کتنوں کے جدا ہوتے ہیں گردن سے سر
منتظر میں ہوں اسی کا کوئی آئے تو ادھر
امتحاں کر لے شجاعت کا میں مجبور نہیں
سبقت جنگ میں لیکن مجھے منظور نہیں

(۱۳۶)

حکم سردار سے میداں میں ستمگار بڑھے
جنگ کے باجے بجاتے ہوئے غدار بڑھے
جھومتے جام مئے کبر سے میخوار بڑھے
آپ بھی بہر وغا چھیڑ کے رہوار بڑھے
اک اشارہ میں جہانِ سپہ شر آیا
خاک اڑاتا ہوا رہوار مکدر آیا

(۱۳۷)

آتے ہی کھینچ لی کاٹھی سے شرر دم تلوار
اس طرح کی نظر آتی ہے بہت کم تلوار
سر پہ آتی ہے اجل سے بھی مقدم تلوار
خوں بہاتی ہے زمیں پر قدِ آدم تلوار
آب سے روئے جراحات کو دھو دیتی ہے
کشتی تن اسی دریا میں ڈبو دیتی ہے

(۱۳۸)

میان سے تیغ جو نکلی تو سنبھلتی نکلی
زہر افعی کی طرح منہ سے اگلتی نکلتی
چال پریوں کی نزاکت سے بدلتی نکلی
دل کو پہلو میں اداؤں سے مسلتی نکلی
خلق میں اس سے زیادہ کوئی غماز نہیں
جان لینے میں پری کے بھی یہ انداز نہیں

(۱۳۹)

تیر آئے جو ادھر سے تو چلی یہ طناز
چال آفت کی قیامت کی ادا قہر کا ناز
زال دنیا نے بھی سیکھا ہے اسی کا انداز
ملک الموت کی دلسوز، اجل کی ہمراز
گر کے بجلی کی طرح جسم جلادیتی ہے
پا کے ایمائے اجل جان عدو لیتی ہے

(۱۴۰)

دیکھ کر برق بصد رشک وحسد جلتی تھی
عمر بسمل کف افسوس کبھی ملتی تھی
ماہی فتح و ظفر لے کے ہوا چلتی تھی
کہنے سننے پہ قضا کے یہ بہت چلتی تھی
خون کرتی تھی ہزاروں کا نہیں ڈرتی تھی
موت کہتی تھی جسے قتل اسے کرتی تھی

(۱۴۱)

ناز و انداز انوکھا تھا نرالی رفتار
جان لینے کے لئے کم تھی نہ خالی رفتار
سر پہ چلتی تھی اداؤں سے وہ عالی رفتار
خواب میں دل کو ڈراتی تھی خیالی رفتار
دھیان تلوار کے چلنے کے اگر آتے تھے
ہاتھ گردن کی طرف خوف سے بڑھ جاتے تھے

(۱۴۲)

نازو انداز سے آئی وہ جدھر فتنۂ دہر
حسن رفتار سے پامال کئے شہر کے شہر
سم قاتل جسے کہتے ہیں اسی کا ہے وہ زہر
چال سے حشر اداؤں سے نیا کرتی ہے قہر
تھی خلیق اپنی غرض کے لئے آفت کی تھی
جان لیتی تھی تواضع میں قیامت کی تھی

(۱۴۳)

وار کرنے میں لچکتی تھی اِدھر اور اُدھر
مثل کندن کے دمکتی تھی اِدھر اور اُدھر
صفت شعلہ لپکتی تھی اِدھر اور اُدھر
برق کی طرح چمکتی تھی اِدھر اور اُدھر
یہ جدھر پھرتی ہے اس سمت اجل پھرتی ہے
کیا تماشہ ہے کہ بے ابر کے یہ گرتی ہے

(۱۴۴)

سر پہ آئی تو عجب ناز و ادا سے آئی
جب وہ آئی ستم و جور و جفا سے آئی
جان لینے کے لئے پہلے قضا سے آئی
آئی آگے سے کبھی گاہ قفا سے آئی
دی اماں ایک کو اس نے نہ صفِ دشمن میں
جو فراری ہوا، چھوڑا نہ اسے بھی رن میں

(۱۴۵)

ظلم اس کا ہے نیا، اور ہے بیداد نئی
آپ کرتی ہے ہر اک وار پہ فریاد نئی
ہوش غفلت میں نیا، سہو نیا، یاد نئی
چال چلتی ہے وغا میں ستم ایجاد نئی
جب وہ ہنستی ہے تو زخموں کی کلی کھلتی ہے
ذبح کرتی ہے اسے جس کے گلے ملتی ہے

(۱۴۶)

جلوہ گر دشت وغا میں تھی قمر کی صورت
آب اس کی تھی نمودار گہر کی صورت
اپنے مالک کو بچاتی تھی سپر کی صورت
کاٹتی تھی شجرِ قد کو تبر کی صورت
اس کی خجلت سے جھکائے ہوئے سر خنجر تھے
ایک تلوار میں کیا کیا نہ بہم جوہر تھے

(۱۴۷)

تھی وہ خاموش جدا مائل گفتار جدا
حسن پریوں کا جدا ناز کی رفتار جدا
تھی دل آرام جدا اور دل آزار جدا
قدرت اللہ کی ہے آب جدا نار جدا
طالبِ داد ہر اک وار پہ یہ تھی حر سے
کیا بنایا تھا خدا نے اسے دو عنصر سے

(۱۴۸)

جب تو رفتار میں اس کی ہے ادا پریوں کی
مہر پریوں کی یہ رکھتی ہے وفا پریوں کی
ستم وجور ہے پریوں کا جفا پریوں کی
قتل عشاق کو کرتی ہے حیا پریوں کی
جھک کے ملتی ہے گلے لطف وکرم کرتی ہے
نیچی نظروں سے ہزاروں پہ ستم کرتی ہے

(۱۴۹)

یہ بھی کچھ کم تھی نہ مریخ سے جلاّدی میں
مثل رکھتی تھی نہ اپنا کہیں بیدادی میں
جب کبھی چلتی تھی چلتی تھی یہ آبادی میں
فلکِ پیر کی شاگردی تھی بربادی میں
گرم رفتاریوں سے اس کی ہوا چلتی تھی
خاک اڑا دیتی تھی جس غول پہ یہ چلتی تھی

(۱۵۰)

حرؑ کے حملوں سے ہوئے رن میں پرے زیروزبر
حشر ہر وار پہ کرتی تھی بپا تیغ دوسر
تہلکہ پڑ گیا فوجوں میں اِدھر اور اُدھر
غدر برپا ہوا تر بھر ہوا سارا لشکر
گلے ملنے کے لئے فتح وظفر آنے لگی
خاک اڑتی ہوئی میداں میں نظر آنے لگی

(۱۵۱)

بڑھ کے حرؑ نے یہ کہا، ہے پسر سعد کدھر
اپنے خیمہ سے ستمگار! نکل آ باہر
دیکھ میداں سے فراری ہوا تیرا لشکر
بے خبر فوج سے ہوتے ہیں کہیں یوں افسر
پائے تعذیر جو حاکم کو خبر ہوجائے
کیا مزہ ہو تو گرفتار اگر ہوجائے

(۱۵۲)

نام غدار ہوا فوج میں کیا کیا تیرا
سب سے بڑھ کر ہوا سرداروں میں رتبہ تیرا
نشۂ خواب تغافل نہیں اترا تیرا
ڈر مجھے ہے کہیں چھن جائے نہ عہدہ تیرا
ہاں خبردار مئے کبر سے سرشار نہ ہو
مجھ سے کہتا تھا کہیں آپ گرفتار نہ ہو

(۱۵۳)

فخر کرتا ہوں در بحرِ تفاخر میں ہوں
تجھ سے بزدل کے لئے وجہ تحیر میں ہوں
تیرے لشکر کو بھگایا وہ بہادر میں ہوں
تو گرفتار حماقت ہے شقی، حرؑ میں ہوں
صید کرتی ہیں عنادل کہیں صیادوں کو
کیا گرفتار کرے گا کوئی آزادوں کو

(۱۵۴)

سن کے یہ، حرؑ کو عمر نے تو دیا کچھ نہ جواب
پر ہزیمت سے سپہ کی ہوا ظالم بیتاب
شمر سے بڑھ کے کہا کر کوئی تدبیر شتاب
حرؑ کی باتوں سے مرا قلب ہوا جل کے کباب
کوئی قابو نہیں چلتا ہے تو غم کھاتا ہوں
گرم فقروں سے سراپا میں جلا جاتا ہوں

(۱۵۵)

کوئی ایسا ہے کہ اب بھی اسے لے آئے اِدھر
یہ نہ ممکن ہو تو سر کاٹ لے رن میں جا کر
شمر بولا کہ عبث آپ ہیں اتنے مضطر
بات کوئی نہ کوئی ہے جو ہٹا ہے لشکر
یہ تصور بھی نہ ہوگا اسے جو عاقل ہے
ایک لاکھوں کو بھگائے یہ بڑی مشکل ہے

(۱۵۶)

فرض کیجئے کہ ہوئی فوج وغا میں پسپا
جب بھی افسر کے لئے بد ہے پریشاں ہونا
پھر قدم کھیت میں تھمنے کا نہیں لشکر کا
حر سے بڑھ کے کوئی لاکھوں میں بہادر نہیں کیا
فکر سے آپ کی تشویش نہ کیوں ہو مجھ کو
پہلواں میں کوئی لاؤں جو رضا دو مجھ کو

(۱۵۷)

تاب و طاقت میں ہے رستم سے سوا ایک جواں
آپ بھی جانتے ہیں نام ہے اس کا صفواں
ہو کے بیتاب عمر نے کہا لے آو یہاں
جا کے لایا اسے ہمراہ بصد عزوشاں
دام آلام وغم فکر سے آزاد ہوا
دیکھ کر اس کو، بن سعدِ لعیں شاد ہوا

(۱۵۸)

ہنس کے بولا یہ شقی اس سے مخاطب ہوکر
سچ ہے، جرأت میں نہیں آپ سے کوئی بہتر
حاجتیں آپ سے اس وقت مری دو ہیں مگر
نکلے ارمان تو بشاش ہو قلبِ مضطر
کسی تدبیر سے اس شیر ببر کو لاؤ
وہ نہ آئے تو گلا کاٹ کے سر کو لاؤ

(۱۵۹)

عرض کی اس نے عمر سے کہ یہ مشکل کیا ہے
میرے آگے وہ بھلا جنگ کے قابل کیا ہے
خوش نہ تم ہو تو مری فکر سے حاصل کیا ہے
آپ آئے گا اِدھر خوف سے وہ دل کیا ہے
مجھ سے ہم جنگ ہو ظاہر یہ نہیں جرأت سے
خود مرے ساتھ چلا آئے یہاں منت سے

(۱۶۰)

کس خوشی سے کئے آلات وغا تن پہ درست
دست و پا اس کے زبردست مگر عقل تھی سست
بر میں تھی تنگ قبا اور زرہ جسم پہ چست
تھی عیاں چشم سے تاثیر یہی روز نخست
نشہ کے بڑھتے ہی میداں کو وہ جرار بڑھا
پی کے دو جام وغا کے لئے میخوار بڑھا

(۱۶۱)

ناگہاں مست وہ گھوڑے کو اٹھا کر آیا
جنگ کرنے کو بہادر سے ستمگر آیا
پر جھجکتا ہوا غازی کے برابر آیا
اس طرف غیظ میں یہ شیر دلاور آیا
شاد ضرغام ہے بزدل جو اسے پایا ہے
دی صدا موت نے لو تازہ شکار آیا ہے

(۱۶۲)

چور نشہ میں جو تھا بانیٔ بیداد شریر
بہکی بہکی سی وہ کرنے لگا ایسی تقریر
ساتھ میرے اِدھر آؤ تو وہی ہو توقیر
ہوگا خوشنود جو حاکم تو ملے گی جاگیر
خود میں کہتا نہیں پیغام عمر لایا ہوں
لڑنے آیا نہیں سمجھانے تمہیں آیا ہوں

(۱۶۳)

غیظ میں آکے کہا حرؓ نے کہ بکتا کیوں ہے
مست و مخمور ہے مدہوش بہکتا کیوں ہے
پیچھے ڈر ڈر کے ستمگار سرکتا کیوں ہے
شیر سے صورت روباہ جھجکتا کیوں ہے
جنگ کرنا نہیں غدار گوارا تجھ کو
تیغ سے دوں گا جواب او ستم آرا تجھ کو

(۱۶۴)

جہل ظاہر تری باتوں سے ہے جاہل تو ہے
سر پر آئی ہے اجل موت سے غافل تو ہے
کیا تنومند ہے چو رنگ کے قابل تو ہے
اس مرے صارم خونریز کا حاصل تو ہے
لاش دریائے تلاطم میں تری تیرے گی
ماہیٔ تیغ یم خوں میں مگر پیرے گی

(۱۶۵)

بند کر اپنی زباں ہرزہ سرائی کے لئے
حیلہ کرتا ہے ستمگار لڑائی کے لئے
تیغ پر آب ہے، یہ تیری صفائی کے لئے
میں ہوں موجود سر و تن کی جدائی کے لئے
ٹھوکروں سے یہ فرس کاسۂ سر توڑے گا
صید فربہ کو کبھی شیر نہیں چھوڑے گا

(۱۶۶)

جبر سے ہاتھ میں بھالا وہ اٹھا کر آیا
لیکن انجام وغا سوچ کے ششدر آیا
مطمئن لے کے سناں یہ بھی دلاور آیا
وہی تیور رہے بل بھی نہ جبیں پر آیا
ہاتھ برچھی کے ہلانا بھی شقی بھولا تھا
نیزہ بازی میں اِدھر ان کو ید طولا تھا

(۱۶۷)

بند وہ باندھنے میں کرتا تھا کوشش ہر چند
فضل حق سے مگر ان کو کوئی پہنچی نہ گزند
شیر کے ڈر سے لرزتا تھا شقی کا ہر بند
مثل نیزہ کے ستمگار کا قد بھی تھا بلند
زردی خوف سے رخ پر نہ بحالی دیکھی
بات کوئی بھی حماقت سے نہ خالی دیکھی

(۱۶۸)

کبھی نیزہ کو ہلاتا تھا سنبھل کر ظالم
ترچھا ہوتا تھا کبھی ٹھاٹھ بدل کر ظالم
آہیں کرتا تھا کبھی رشک سے جل کر ظالم
دل سے کہتا تھا کبھی ہاتھ کو مل کر ظالم
فکر انجام سے بسمل نہ مرا دل ہوتا
کاش اس شیر جری کے نہ مقابل ہوتا

(۱۶۹)

کھا کے بل افعی پیچاں کی طرح سے غدار
ہاتھ نیزہ کے ستمگر نے نکالے دوچار
بند بندھنے نہیں دیتا تھا مگر یہ جرار
ہاتھ سے تھام لیا نیزہ سرکش یک بار
ایک جھٹکے ہی میں روباہ کا دل ٹوٹ گیا
نیزہ اس ہاتھ سے اور جنگ سے جی چھوٹ گیا

(۱۷۰)

کھینچ لی تیغ ستمگار نے ہوکر محجوب
حرؑ سے بولا وہ کہ نیزہ کی لڑائی نہیں خوب
چھن گیا ہاتھ سے بھالا تو نہیں کچھ معیوب
صاحب سیف ہوں تلوار مجھے ہے مرغوب
فنِ شمشیر میں خود تیغ مری قائل ہے
جو ہر تیغ بھی کہتے ہیں بڑا کامل ہے

(۱۷۱)

سن کے تقریر ستمگار یہ بولا صفدر
سچ ہے ایسا ہی جری تو مجھے آتا ہے نظر
تجھ سا بزدل نہ کوئی ہوگا میانِ لشکر
تیغ چلنے پہ ہے، کھل جائیں گے تیرے جوہر
دوہو اک ہاتھ میں ظالم یہ سزا تیری ہے
دامنِ تیغ میں پوشیدہ قضا تیری ہے

(۱۷۲)

اور حربوں سے تو کچھ دیر بھی لڑتا ظالم
تیغ چلتے ہی سمجھ لے نہ بچے گا ظالم
کرے تلوار سے لڑنے کی تمنا ظالم
دیر پھر کیا ہے لگا ہاتھ اِدھر آ ظالم
اور دم بھر تری جاں جسم میں مہمان رہے
دل میں شمشیر زنی کا بھی نہ ارمان رہے

(۱۷۳)

ہوکے مجبور شقی تیغ اٹھاکر آیا
موت کو ساتھ لئے خوف سے خود سر آیا
ہاتھ پہلو پہ کبھی اور کبھی سر پر آیا
ہاتھ میں ڈھال لئے یہ بھی دلاور آیا
ہمرہ چشم عدو ان کی نظر پھرتی تھی
تیغ پھرتی تھی جدھر ڈھال اُدھر پھرتی تھی

(۱۷۴)

سر پہ بجلی سی چمکتی ہوئی وہ آتی تھی
نئی افتاد تھی گرنے کی سزا پاتی تھی
جب ادھر آتی تھی پیغام ظفر لاتی تھی
زور سے ڈھال پہ پڑتی تھی تو گر جاتی تھی
حد سے آگے نہ بڑھی آتش ساری ہوکر
آبرو مٹ گئی تلوار کی آری ہوکر

(۱۷۵)

صاف ہر چوٹ بھی غدار کی رد ہوتی تھی
رائیگاں جنگ میں سب کوشش وکد ہوتی تھی
بزدلی فرد ہزیمت میں سند ہوتی تھی
غیب سے ناصر سرورؑ کی مدد ہوتی تھی
زندگانی سے اسے یاس تھی مضطر دل تھا
بے چلے تیغ بہادر کے شقی بسمل تھا

(۱۷۶)

مضمحل اپنے ہی حملوں سے ہوا ظلم شعار
ہانپتا تھا سگ دیوانہ کی صورت غدار
دی صدا شیر بہادر نے کہ غافل ہشیار
روک لے آتی ہے سر پر ترے میری تلوار
تیز دستیِ دلاور کو شقی پا نہ سکا
تیغ یہ آگئی وہ سر پہ سپر لا نہ سکا

(۱۷۷)

ہاتھ تلوار کا بھرپور پڑا مغفر پر
کاٹ کر خود کو دو کرگئی وہ کاسۂ سر
سر سے آگے جو بڑھی کاٹ گئی صدر وکمر
کاٹ کے زیں کو گئی تنگ فرس سے بھی گذر
نام رستم سے کہیں بڑھ کے دم جنگ کیا
اسپ واسوار کو اک ہاتھ میں چورنگ کیا

(۱۷۸)

تین بھائی ستم آرا کے کھڑے تھے ششدر
دیکھ کر کشتہ برادر کو پھٹا غم سے جگر
مشورہ کرکے بہم جنگ پہ کی چست کمر
وہ اِدھر آتے تھے میداں کو چلا شیر اُدھر
قہرِ قہار مسلط ہوا گمراہوں پر
جاتے ہی شیر نے حملہ کیا روباہوں پر

(۱۷۹)

چلی یہ تیغ دودستی جو اِدھر اور اُدھر
ایک ہی ہاتھ میں دونوں کے جدا کردئے سر
سومی خوف سے بھاگا تو بڑھا یہ صفدر
صید کو گھیر لیا شیرِ جری نے آکر
بخت بگڑا تو شقی کا نہ کوئی کار بنا
کاوا پرکار تو وہ نقطہ پر کار بنا

(۱۸۰)

شیر نے ہاتھ سے زنجیرِ کمر کو تھاما
ایک جھٹکے ہی میں اس دیو کا لنگر توڑا
کوئی قابو نہ ستمگر کا دلاور پہ چلا
خانۂ زیں سے سرخاک اٹھا کر پٹکا
استخواں چور ہوئے جسم کا یہ حال کیا
اسپ دوڑا کے ستمگار کو پامال کیا

(۱۸۱)

پہلواں پھر نہ کوئی ان کے برابر آیا
غیظ میں تب عمر سعدِ ستمگر آیا
حکم دیتا ہوا کل فوج کو خودسر آیا
لشکرِ ظلم پئے جنگ سمٹ کر آیا
قتل بیکس کی ہوئی دھوم جفا کاروں میں
گھر گیا ایک جری لاکھ ستمگاروں میں

(۱۸۲)

یہ بہادر بھی ہوا حملہ کناں لشکر پر
برق سی کوندتی یہ تیغ پھرائی سر پر
آئی جوشن پہ کبھی یہ تو کبھی بکتر پر
ڈھال سے جب نہ رکی یہ تو بڑھی مغفر پر
خون میں ڈوب کے تلوار جگر سے نکلی
کاٹ کے خود و سرو سینہ کمر سے نکلی

(۱۸۳)

پھر ہوا حملہ کناں لشکرِ کیں پر جرار
منتشر پھر ہوئے میدانِ وغا میں غدار
حکم سے پھر پسرِ سعد شقی کے اک بار
چارسو سے ہوئی تیروں کی جری پر بوچھار
کیونکراب جنگ کرے شیر یہ بے پیروں سے
سینہ جرار کا افگار ہوا تیروں سے

(۱۸۴)

دیکھ کر شیر کو مجروح بڑھے اہل جفا
نیزہ والوں نے قریب آکے انہیں گھیر لیا
وار کرنے لگے ہر چار طرف سے اعدا
سر پہ تلوار پڑی اور جگر پر بھالا
سختیٔ موت کی تکلیف جری سہنے لگا
زرد چہرہ ہوا زخموں سے لہو بہنے لگا

(۱۸۵)

ناگہاں آکے پڑا گرز سر زخمی پر
لے کے آئی رخ غازی پہ لہو کی چادر
خاک پر زین سے تیورا کے گرا وہ صفدر
گرتے ہی دی یہ صدا آیئے جلدی سرورؑ
جان مشتاق ہے دیدارِ شہؑ عالی کی
دلِ خادم کو تمنا ہے قدم بوسی کی

(۱۸۶)

گرچہ ہے آپ کی تکلیف کا بھی دھیان مجھے
دم نکلنے کے نظر آتے ہیں سامان مجھے
دیکھ لے مرتے ہوئے فاطمہؑ کی جان مجھے
کہیں رہ جائے زیارت کا نہ ارمان مجھے
جان نقشِ قدم پاک پہ دیتا جاؤں
جاؤں دنیا سے تو یہ اجر بھی لیتا جاؤں

(۱۸۷)

سنتے ہی حرؑ کی صدا بھائی سے بولے سرورؑ
قتل لو ہوگیا میدان میں میرا یاور
آؤ مقتل کو چلیں ساتھ بصد دیدۂ تر
کہہ دے ان سے بھی کوئی جا کے کہاں ہیں اکبرؑ
جلد تیار ہوں منہ اشکوں سے دھونے کے لئے
وہ بھی ہمراہ چلیں لاش پہ رونے کے لئے

(۱۸۸)

آئے اکبرؑ تو چلے بھائی کو لیکر شبیرؑ
صدمۂ فرقتِ مہماں سے بہت تھے دلگیر
تر تھی اشکوں سے مژہ، تھی یہ لبوں پر تقریر
وہ مجھے، اور اسے دیکھ لوں میں، وقت اخیر
ہے اسے شوق لقا سبط نبیؐ کی صورت
حسرت دید مجھے بھی ہے اسی کی صورت

(۱۸۹)

غم و رنج و قلقِ ہجر اٹھاؤں کیوں کر
بیقراریٔ دلِ زار دکھاؤں کیوں کر
طے یہ دوری ہو کہیں پاس میں جاؤں کیوں کر
چل بسا ہو سوئے فردوس تو پاؤں کیوں کر
شوق ملنے کا ہے کچھ حد سے سوا دونوں کو
رہ نہ جائے کہیں ارمانِ لقا دونوں کو

(۱۹۰)

حسرت دید میں جاتے تھے اُدھر تو شبیرؑ
مضطرب شوق لقا میں تھا اُدھر وہ دلگیر
زیرلب ضعف سے تھی یاس میں ڈوبی تقریر
آئے مولاؑ نہ ابھی تک مری حالت ہے اخیر
کس طرح نزع میں یہ دھیان نہ گھبرائے مجھے
حسرتِ دید میں یارب نہ اجل آئے مجھے

(۱۹۱)

آتشِ داغِ غمِ ہجر ہو کافور مجھے
دن نہ کیوں کر ہو مثالِ شبِ دیجور مجھے
میرے مالک کا نظر آئے کہیں نور مجھے
دیکھ لوں آپ کو پھر موت ہے منظور مجھے
اے اجل روح مری اور نہ دم بھر نکلے
جان تن سے قدمِ سبطِ نبیؐ پر نکلے

(۱۹۲)

نزع کی بے بصری سے تھی غضب کی الجھن
نظر آتا تھا کوئی دوست نہ کوئی دشمن
ناگہاں آئے بصد قلبِ حزیں شاہِؑ زمن
چشمِ بے نور ہوئی نور خدا سے روشن
مردنی چھائی ہوئی رخ پہ بشاشت آئی
مثلِ یعقوب پھر آنکھوں میں بصارت آئی

(۱۹۳)

دیکھ کر نور الٰہی کو بہت شاد ہوا
بیٹھے مغموم و حزیں خاک پہ سلطانؑ ہدا
مہربانی سے مزاج آپ نے جھک کر پوچھا
عرض کی کوئی شکایت نہیں اب شکرِ خدا
آرزو پوری ہوئی چند نفس دیکھ چکا
منتظر موت کا ہوں آپ کو بس دیکھ چکا

(۱۹۴)

عرض کی اکبرؑ و عباسؑ سے پھر یہ بہ ادب
آپ دونوں سے بھی یہ ایک ہے میرا مطلب
جان میری تنِ زخمی سے نکل جائے جب
رونے دینا میرے مولاؑ کو نہ با رنج و تعب
کچھ مزاج اور بدل جائے نہ روتے روتے
دشمنوں کو کہیں غش آئے نہ روتے روتے

(۱۹۵)

باتیں کرتے تھے ابھی یہ کہ اٹھا دردِ جگر
آخری یاس بھری، کی رخِ انور پہ نظر
سمجھے شاہؑ اب ہے جہاں سے مرے مہماں کا سفر
رکھ لیا خاک سے زانوئے مبارک پر سر
ناز خود قسمتِ حر کو ہے وہ تقدیر ملی
اے زہے بخت یہ مرتے ہوئے توقیر ملی

(۱۹۶)

ہچکی آنے لگی ماتھے پہ پسینہ آیا
گرد اطراف کے ہمراہ تشنج بھی ہوا
دم آخر بھی مگر رخ سے خوشی تھی پیدا
مسکراتا ہوا مہمان جہاں سے اٹھا
ترک اس دارِ محن کو کیا راحت کے لئے
شاد و مسرور گیا دعوتِ جنت کے لئے

(۱۹۷)

غور سے دیکھ کے منہ رونے لگے شاہؑ زماں
ہاتھ مل مل کے تاسف سے یہ کرتے تھے بیاں
کس مسرت سے ہوا جانِ نبیؐ پر قرباں
جان دینے نہیں یوں آتا ہے کوئی مہماں
سر کو کٹوایا رہ حق میں یہ قربانی کی
آج مہمان نے الٹی مری مہمانی کی

(۱۹۸)

روئے عباسؑ علمدار پریشاں ہوکر
متصل آنکھوں سے بہنے لگے آنسو رخ پر
باپ کے ساتھ تھے ہمشکلِ نبیؐ بھی مضطر
نالہ زن تھے کبھی فریاد کناں تھے اکبرؑ
چین یاں آ کے نہ اک آن بھی پایا شہؑ نے
داغ پہلا یہ بہتر میں اٹھایا شہؑ نے

(۱۹۹)

خونِ زخمِ سرِ حرؑ سے جو نہیں رکتا تھا
لاکھ تدبیر کی لیکن نہ لہو بند ہوا
دیکھ کر یہ ہوئے بیتاب شہنشاہِ ہدا
واہ کیا آپ نے الطاف وکرم فرمایا
پاس شبیرؑ کے رومال جو تھا مادر کا
باندھا اس کو تو رکا خوں کہیں حرؑ کے سر کا

(۲۰۰)

اہلِ انصاف کریں غور و تامل اس جا
آپ سے زخمِ سرِ حرؑ کا تو دیکھا نہ گیا
شاہؑ کے فرق بریدہ پہ ہوا ظلم نہ کیا
کبھی تنّور میں گہہ طشت طلا میں رکھا
کچھ خدا کا بھی نہ ہو خوف عدوئے جاں کو
چوب سے چھیڑے ستمگار لب و دنداں کو

(۲۰۱)

بس بہت طول نہ ہو بند زباں کر فاخرؔ
ہاں بلند اور نہ اب نام و نشاں کر فاخرؔ
مختصر مطلبِ قلبی کو عیاں کر فاخرؔ
حاجتیں در گہِ مالک میں بیاں کر فاخرؔ
مطمئن قلب ہو وہ غیب سے ساماں ہو جائے
بہرِ شبیرؑ جو مشکل ہے وہ آساں ہو جائے

سلام

آنجہانی منشی بشیشور پرساد صاحب منوّر لکھنوی

رہنماؤں کے رہنما کو سلام
پیشواؤں کے پیشوا کو سلام
جس سے نام اور باپ کا چمکا
اس جگر بند مرتضیٰ کو سلام
اف رے قربانی عظیم اس کی
مرد میدانِ کربلا کو سلام
خم ہے پائے حسینؑ پر سرِ عجز
حامی دینِ مصطفیٰ کو سلام
بندگی جس پر ناز کرتی ہے
دل سے اس بندۂ خدا کو سلام
خوئے تسلیم ایسی کس میں تھی
رہرو جادۂ رضا کو سلام

دو شعر

اشرف العلماء مولانا سید ابوالحسن صاحب قبلہ واعظؔ

جب ذبح وقتِ عصر امامؑ زماں ہوئے
آثار رنج وغم کے جہاں میں عیاں ہوئے
سینہ زمیں نے چاک کیا غم میں شاہؑ کے
چشمِ فلک سے خون کے آنسو رواں ہوئے